فغانِ دَرُوں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری، نفس میرا شعلہ بار ہو گا!!

جامعہ محدث اعظم منزل کی جانب ایک قدم

جب بندہ محبت الٰہی کے سفر پر گامزن ہو جائے تو پھر ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے پھر یہ محبت یکطرفہ نہیں رہتی۔ اب وہ بندہ محبّ اور اللہ تعالیٰ محبوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ محبّ اور بندہ محبوب ہوتا ہے۔ محبت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ محبّ محبوب کی بات مانتا ہے۔ بندہ ضعیف و ناتواں ہونے کے باوجود محبت کا تقاضا پورا کرتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اس کا محبوب چاہتا ہے اللہ تعالیٰ تو بڑا کریم ہے وہ بھی اپنے محبوب بندے کی بات مانتا ہے۔ وہ کسی بات پر قسم بھی اٹھا لے تو اللہ تعالیٰ اسے پورا فرماتا ہے۔ اس بندے کو ایسی شانِ تصرف عطا کر دی جاتی ہے کہ عقل انسانی وہاں دنگ رہ جاتی ہے۔ اللہ کے یہ بندے وصال بھی کر جاتے ہیں مگر ان کے تصرفات جاری رہتے ہیں۔ اہل حق نے کسی دور میں اس کا انکار نہیں کیا۔ آئے دن ایسے مشاہدات سامنے آتے رہتے ہیں کہ اولیاء کرام بعطائے الٰہی بعداز وصال بھی اپنے متوسلین و متعلقین سے بے خبر نہیں ہوتے بلکہ ان کی راہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

1992ء میں جامعہ شیخ الحدیث منظر اسلام گلشن کالونی فیصل آباد میں پیر طریقت صاحبزادہ قاضی ابوالفیض محمد فضل رسول حیدر رضوی کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا۔ مولانا عطاء المصطفیٰ جمیل نے دوران وعظ قدرت اللہ شہاب کا واقعہ بیان کیا۔ 1950ء کی دہائی میں جب وہ جھنگ میں بحیثیت ڈپٹی کمشنر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ انہیں بذریعہ ڈاک ایک خط ملا جس میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رضی اللہ عنہ کی جانب سے ایک پیغام دیا گیا کہ فلاں گاؤں میں ایک غریب لڑکی سے ایک زور آور بوڑھا شخص شادی کرنا چاہتا ہے اور اس لڑکی نے اپنے دوپٹے کے پلو سے زہر کی پڑیا باندھ رکھی ہے کہ اگر شادی ہو جاتی ہے تو وہ زہر کھا لے گی۔ خط میں یہ حکم تھا کہ اس لڑکی کی دادرسی کی جائے۔ قدرت اللہ شہاب نے جب اس گاؤں میں چھاپہ مارا تو دیکھا کہ واقعی شادی کی تیاریاں مکمل تھیں اور جب لڑکی کو ملا تو اس کے دوپٹے کے ساتھ زہر کی پڑیا بندھی ہوئی تھی۔ اس نے کارروائی کر کے لڑکی کو ظلم سے نجات دلائی۔ قدرت اللہ شہاب کے مضامین میں اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان نے دورانِ جلسہ جب یہ واقعہ سنا تو دل میں خیال آیا کہ اگر میرے ساتھ بھی ایسا کوئی واقعہ پیش آئے تو پھر میں شہاب صاحب کے اس واقعہ کو تسلیم کروں گا۔ اپنا یہ خیال کسی پر ظاہر نہیں کیا صبح جب دفتر میں ڈاک موصول ہوئی تو

اس میں ایک خط موجود تھا جو کسی صاحب نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تحریر کیا تھا۔وہ خط من وعن یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

۷۸۶/۹۲

بتاریخ ۹۲-۱۰-۲۵

محترم حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب حیدر رضوی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیغام حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بنام صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب حیدر رضوی زید مجدک

بندہ کو اللہ اپنے نبی ﷺ کا صدقہ حق پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

مودبانہ گذارش ہے احقر یہ پیغام اسی طرح پہنچا رہا ہے۔جس طرح دیا گیا ہے۔یادرکھنا نہایت ضروری ہے کہ یہ پیغام شریف حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی طرف سے دیا گیا ہے۔جو کہ میں امانت کے طور پر آپ تک پہنچا رہا ہوں۔بندہ خود حاضر ہوتا مگر اجازت نہیں ملی ہے۔اب کبھی بغیر بتائے زیارت کا شرف حاصل کروں گا انشاء اللہ الجلیل۔پیغام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)۔اپنے بیٹے کو حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا علمی جانشین بنائیں۔

(۲)۔اپنے صاحبزادہ صاحب کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے کوئی قابل وعامل مدرس اپنے پاس رکھیں

(۳)۔شہر کے کسی کنارے پر کم از کم 10 کنال اراضی ادارہ کے لئے حاصل کریں۔

(۴)۔جامعہ کا نام جامعہ محمدیہ رضویہ اہل سنت وجماعت رکھیں۔

مکرم بندہ پیغام پہنچا کر اپنا دینی فریضہ پورا کر رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے پیارے نبی جن کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے کے صدقہ سے عمل کے بعد کامیابی عطا فرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم ﷺ

والسلام

سگ حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ لاہور، پاکستان

خط پڑھ کر قبلہ پیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا عقیدہ اور راسخ ہو گیا کہ اللہ کے ولی تمام احوال پر نظر رکھتے ہیں اور پریشان حال لوگوں کی مدد بھی کرتے ہیں۔اس وقت آپ سنی رضوی جامع مسجد کی تعمیر کی مصروفیت، مالی اسباب کی کمی اور دیگر وجوہات کی بنا پر دارالعلوم قائم نہ کر سکے اور بہتر حالات کا انتظار ہوتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کو یہ توفیق مرحمت فرمائی کہ آپ نے حضور داتا علی ہجویری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روحانی اشارے کو پورا کر دکھایا اور مشائخ اہل سنت وجماعت کے لئے ایک عظیم قابل تقلید مثال قائم کر دی۔آپ نے رضا نگر 9 کلومیٹر فیصل آباد روڈ چنیوٹ پر لب سڑک ادارہ کے لئے اراضی حاصل کی، خط کی روشنی میں مسجد کا نام جامع مسجد محمدی رضوی رکھا اور ادارہ کا نام اسلامک یونیورسٹی جامعہ محدث اعظم رکھا۔20 جولائی 2004ء کو اس جامعہ کی چاردیواری کے سنگ بنیاد سے جامعہ کی تعمیر کا آغاز ہوا۔اس وقت جامعہ کا کل رقبہ 34 کنال 14 مرلے تھا۔وقتاً فوقتاً آپ مزید اراضی حاصل کر کے جامعہ کے رقبہ میں توسیع کرتے رہے۔آج بحمدہ تعالیٰ جامعہ کا کل رقبہ ایک سو تیں کنال ساڑھے سات مرلے پر مشتمل ہے۔1949ء میں سیدی محدث اعظم

پاکستان قدس سرہ العزیز نے گول باغ جھنگ بازار فیصل آباد میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی اور تیرہ سال کے قلیل عرصہ میں علماء کی کثیر تعداد تیار کی جو پوری دنیا میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔قبلہ پیر صاحب نے اپنے والد گرامی کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے عظیم قربانی پیش کی اور اپنی ذاتی رقم سے عظیم جامعہ کی بنیاد ڈالی۔لاکھوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والا قلعہ نما جامعہ کا مین گیٹ باب النور، عظیم الشان جامع مسجد محمدی رضوی 24 کمروں پر مشتمل دومنزلہ مفتی اعظم بلاک اور 60 کمروں پر مشتمل تین منزلہ ہجویری ہال کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔عظیم الشان چار منزلہ امام اعظم بلاک کی تعمیر جاری ہے۔جس میں 20x20 سائز کے 12 کلاس رومز، 25x35 سائز کے 4 بڑے ہال، لائبریریز، سائنس لیبارٹریز، کمپیوٹر لیب، امتحانی ہال اور مختلف دفاتر شامل ہوں گے۔سیڑھیاں اور چیئر لفٹ دونوں کی سہولت فراہم کی جائے گی۔29 اکتوبر 2007ء کو درس نظامی اور حفظ وتجوید کی کلاسز کا باقاعدہ آغاز ہوا اور یہ سلسلہ کامیابی سے ساتویں تعلیمی سال میں داخل ہو چکا ہے۔جامعہ میں فری ڈسپنسری بھی قائم ہے۔جہاں طلباء کے علاوہ گردونواح کے علاقوں سے قریباً سو مریض روزانہ فری علاج کی سہولت سے مستفید ہوتے ہیں۔لیبارٹری ایکسرے، الٹراساؤنڈ، شوگر ٹیسٹ P-D ٹیسٹ کی سہولیات بھی ہیں۔طلباء کرام کے لئے کمپیوٹر سیکشن بھی قائم ہو چکا ہے۔گورنمنٹ آف پنجاب سے منظور شدہ اور فیصل آباد بورڈ سے ملحق محدث اعظم کالج بھی قائم ہو چکا ہے۔ایف اے، ایف ایس سی، آئی کام کی کلاسز جاری ہیں۔بی اے، بی ایس سی، بی کام اور ایم اے کی کلاسز بھی شروع کی جائیں گی۔

جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان اپنی ذاتی گرہ سے کروڑوں روپیہ خرچ کر چکے ہیں اور لاکھوں روپے ماہانہ اخراجات برداشت کر رہے ہیں دور حاضر میں استقامت اور عزم وہمت کی یہ ایک عظیم مثال ہے۔یقیناً یہ داتا حضور اور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہما کی زندہ کرامت ہے۔

قارئین! یہ ساری تفصیلات آپ کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ اس وقت ہم تاریخ اسلام کے ایک انتہائی نازک موڑ پر کھڑے ہیں۔دنیا کے اکثر حصے پر صدیوں حکمرانی کرنے والے مسلمان آج امریکہ کے دست نگر بنے ہوئے ہیں اقوام عالم سے اپنی حکمت کا لوہا منوانے والے اور جہالت کے اندھیروں میں علم وحکمت کی روشنیاں بکھیرنے والے آج یورپ کے دانش کدوں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہیں۔ یہودیت ونصرانیت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر دینے والی قوم کے داخلی وخارجی فیصلے آج انہی یہود ونصاریٰ کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں۔

ان نازک حالات میں قوم مسلم کو ان کا درخشاں ماضی (Bright past) پھر سے عطا کرنے کی اہم ذمہ داری دینی مدارس پر عائد ہوتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مدارس نے ایسی ایسی عظیم شخصیات پیدا کیں۔جن سے آج تک کفر لرزہ براندام ہے اور زمانہ کو جن پر ناز ہے۔ہر دور کے فرعون سے ٹکرانے کا کام انہی دینی مدارس کے تربیت یافتگان نے انجام دیا ہے۔بدطینت وبدمست اقبال اقتدار کو ہمیشہ انہوں نے ہی نکیل دی ہے مگر بدقسمتی سے کچھ عرصہ سے دینی درسگاہیں انحطاط پذیر اور روبہ زوال ہیں۔اس گئے گذرے دور میں بھی دینی مدارس ہی قوم کی نگاہوں کا مرکز ہیں۔آج بھی لوگ اپنے معاشی واقتصادی مسائل کو اسلام کے زریں اصولوں کی روشنی میں حل کرنے کے لئے علماء کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ الا ماشاء اللہ اقتصادیات ومعاشیات کو سمجھنے والے علماء، ناپید ہیں ہمارا نصاب تعلیم بھی اس سبجیکٹ سے خالی ہے۔وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے نصاب کی ایسی ترتیب ضروری ہے۔کہ یہاں سے نکلنے والا ہر طالب علم صرف چند رٹے رٹائے مسائل کا حافظ نہ ہو بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلقہ مسائل میں مکمل راہنمائی کی صلاحیت سے بہرہ ور

ہوکر میدان عمل میں اترے آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے لوگ چاند پر جانے کی باتیں کرتے ہیں۔ کمپیوٹر کی تیز رفتار دنیا میں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے اس میدان مسابقت میں ماضی کی طرح پھر سے قصبات سبقت حاصل کرنے کے لئے دینی مدارس میں قدیم علوم کے ساتھ علوم جدیدہ کو جگہ دینا پڑے گی تاکہ پھر یہاں سے رازی، بوعلی سینا، ابن الہیثم اور جابر بن حیان جیسے مفکر پیدا ہوں اور اہل یورپ کو بتلادیں کہ آج بھی کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے والے فرنگی نہیں بلکہ محمد عربی ﷺ کے دیوانے ہیں۔

اغیار کی سازشوں اور ہماری غفلت کا نتیجہ ہے کہ دینی مراکز کو کمزور کر دیا گیا ہے۔ لوگوں کے دلوں سے علماء وطلباء کی عزت ووقار کو کم کر دیا گیا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی ایک گہری سازش ہے کہ دین کا لبادہ اوڑھنے والوں کو اپنا آلہ کار بنا کر علماء وطلباء کو دہشت گرد کے عنوان سے متعارف کروایا جا رہا ہے۔ پوری دنیا میں ملک پاکستان کو اور دینی طلباء کو بدنام کرنے والے ''طالبان'' بھی اسی سازش کی کڑی ہیں۔ ہم لوگوں نے حقیقت سے نظریں چراتے ہوئے اپنے ووٹوں کے ذریعے ایسے لوگوں کو زمام اقتدار سونپ دی جو ملک کے امن وامان کو تہہ وبالا کرنے والے انہی لوگوں سے گلے ملنے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں ہمارے حکمران ان سے مذاکرات کی باتیں کر رہے ہیں مگر وہ ہمارے فوجی افسران کو شہید کر کے بربریت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہمارے حکام ڈائیلاگ کی باتیں کرتے ہوئے ان کی صفائیاں پیش کرتے ہیں مگر وہ لوگ فوج پر حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ وہ لوگ معصوم بچوں کو خون کا غسل دینے والے، مزارات پر بم بلاسٹ کرنے والے، مشائخ کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے والے اپنے تمام دہشت گرد قیدیوں کی رہائی کے بغیر مذاکرات کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اپنی خود ساختہ شریعت کے نفاذ کے مطالبے سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔ سادہ الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ملک کو ہتھیلی پر رکھ کر، پلیٹ میں سجا کر عزت واحترام سے ان کے سامنے پیش کر دیا جائے تو پھر مذاکرات کامیاب ہوں گے۔ پہلے ایسے حالات پیش آتے تھے تو دینی مدارس سے تیار ہونے والے فرزندان قوم امت کی ڈگمگاتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیتے تھے۔ جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان نے منزل کی جانب قدم اٹھایا ہے۔ آج اگر اہل سنت کے مشائخ، علماء، عوام مل کر اپنے مدارس کی مضبوطی کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں۔ مل بیٹھ کر مضبوط لائحہ عمل تیار کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان مدارس سے صلاح الدین ایوبی اور محمود غزنوی کے وارث ابھر کر آئیں اور قوم کو ساتھ لے کر طاغوتی قوتوں سے ٹکرا جائیں اور ان کے بتوں کو پاش پاش کر کے یہ بتلا دیں کہ ارض خدا پر فرنگی تہذیب کی اجارہ داری نہیں رہے گی یہاں صرف اور صرف محمد مصطفےٰ ﷺ کے نظام کی حکمرانی ہوگی۔ مجدد الف ثانی کی آواز کو بلند کریں۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کے نعرہ جہاد سے قلوب اُمت کو گرما دیں۔ مگر ہائے افسوس! ہم غفلت کی نیند سے بیدار ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ خودکش دھماکوں کی آوازوں سے بھی ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہم اہل سنت وجماعت نے اپنے مدارس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی چشم کشا تحریر پڑھیں وہ لکھتے ہیں:

یاد رکھئے کہ علم دوست اور علم پرور قومیں استاد کو بنیادی اہمیت دیتی ہیں۔ استاذ ہی وہ افراد تیار کرتا ہے جو قوموں کی قیادت کیا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارا مشاہدہ ہے کہ قرآن وحدیث اور علوم دینیہ پڑھانے والے استاذ کو اتنا مشاہرہ دیا جاتا ہے جس سے وہ اپنی

اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتے جب کہ مقبول عام نعت خواں اور خطیب ایک ایک محفل میں اس سے زیادہ نذرانے سمیٹ کر لے جاتے ہیں۔ اس کا بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ ہمارے طلباء دینی مدرس بننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حد یہ ہے کہ ہمارے بارے میں اغیار کا پروپیگنڈا یہ ہے کہ "یہ جاہلوں کی جماعت ہے" "یہ سب جاہل ہیں" آخر ہم کب خواب غفلت سے بیدار ہوں گے۔ ہم ان نانِ جویں پر گزارا کرنے والے مدرسین کی خدمت کے بارے میں نہیں سوچتے ہمارا سرمایہ بزرگوں بلکہ مجذوبوں کے مزارات پر خرچ ہو رہا ہے قوالوں اور نعت خوانوں پر نوٹوں کی بارش کی جاتی ہے۔ ہم صرف صوت اور صورت کو دیکھتے ہیں ہم ڈھنگ اور آہنگ کو دیکھتے ہیں۔ ہم میلاد شریف، گیارہویں شریف کے نام پر بیسیوں دیگیں اور رنگا رنگ کھانے اور پھل تقسیم کر دیتے ہیں اور وہ بھی غرباء کو نہیں بلکہ مالدار دوستوں کو کھلا کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم مستحق جنت ہو گئے۔

ہم نہیں سوچتے کہ!

☆......ان تقریبات سے ہمارے اندر کیا انقلاب پیدا ہوا ہے؟

☆......کتنے باصلاحیت اور غریب طلباء کی امداد کر کے ان کا علمی سفر آسان کیا ہے؟

☆......کتنے دینی مدرسین کی خدمت کر کے ان کی تدریس میں معاونت کی ہے؟

☆......اہل سنت و جماعت کے کس مدرسے کی طرف دستِ تعاون بڑھایا ہے؟

اگر ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا تو سمجھ لیں کہ آپ نے عصر حاضر کے تمام تقاضوں سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ اور آپ نے علمی کام نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ہمیں اپنی آنکھوں سے غفلت کے دبیز پردوں کو نوچ کر پھینکنا ہوگا۔ میدان عمل میں کودنا ہوگا تا کہ پھر ہمارے مدارس سے جسم میں روح محمدی رکھنے والے فاقہ کشوں کی جماعتیں تیار ہوں جن کے سینوں میں جامی والا درد، امام احمد رضا خان بریلوی والا عشق اور محدث اعظم پاکستان والا جذبہ اور سچی لگن ہو اور وہ پورے عالم میں عشق رسول ﷺ کے چراغ سے اجالے بکھیر دیں اور شاعر مشرق کی ہمنوائی میں یہ نعرہ بلند کریں۔

من بندۂ آزادم، عشق است امام من
عشق است امام من، عقل است غلام من

انشاء اللہ العزیز اگلے شمارے میں پھر آپ سے باتیں ہوں گی محبتوں، جذبوں، الفتوں، شکائتوں کے اسی چوراہے پر، آہ و فغاں کے اسی شور میں۔

فقط والسلام مع الاکرام

آپ کی آراء، مشوروں، کرم فرمائیوں کا منتظر

ابوالحسنین رضوی

15 ذی قعد 1434ھ / 22 ستمبر 2013ء بروز اتوار